گلگت میں مذہب اسماعیلیہ کاورود، ایک تحقیقی جائزہ

A RESEARCH ON THE ENTRANCE OF ISMAILIA IN GILGIT

☆ڈاکٹر سجاد علی

اسسٹنٹ پروفیسر انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، کلیہ فنون والسنۃ، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، سندھ

☆☆عنایت اللہ بھٹی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ مطالعہ پاکستان، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، سندھ

ABSTRUCT:

THE SMALL GROUP OF SHIITS AFTER HAZRAT IMAM JAFFAR SADIQ FOLLOWED HIS ELDER SON HAZRAT ISMAIL AS THEIR SPIRITUAL IMAM AND ARE KNOWN AS ISMAILIA. MORE OVER THE ISMAILIS WERE DIVIDED INTO TWO SUB SECTS I-C ISMAILI MUSTALIA KNOWN AS BOHRI AND ISMAILI NAZARIA KNOWN AS AGHA KHANIS. WITH THE PASSING OF TIME, THE CENTER OF NAZARI FATIMID DYNASTY SHIFTED FROM AFRICA TO NORTH OF IRAN AND SUBSEQUENTLY THE ISMAILI PREACHES ENTERED INTO SUB CONTINENT. THUS THE ERA OF ISMAILI IN SUBCONTINENT BEGUN. GILGIT IS LOCATED IN NORTHERN AREAS OF PAKISTAN WITH A HUGE AGHA KHAN POPULATION. OWING TO PREJUDICIAL AND BIASED APPROACH TOWARDS RELIGION AND SECTARIAN INTOLERANCE THE MAJORITY OF PEOPLE HAVE POOR UNDERSTANDING AND KNOWLEDGE OF OTHER SECTS. IT MUST BE NOTED HERE THAT IN THIS REGION THE MAJORITY OF POPULATION BELONGS TO ASNA ASHRIA SHIATS, FOLLOWED BY AHL-E- SUNNAT (DEOBAND) THE AGHA KHANIS ARE AT THIRD NUMBER IN THIS ROW. IN SUCH A DIVERS POPULATION, IGNORANCE TO EACH OTHER'S SECTS, FAITHS AND BELIEFS LEAD TO RELIGIOUS IGNORANCE AND ULTIMATELY BRING CHAOS, CONFUSION, RELIGIOUS INTOLERANCE AND SECTARIAN CLASHES. TO AVOID SUCH CLASHES AND TENSION IT IS NECESSARY TO PROMOTE TRUE SPIRIT, UNDERSTANDING AND MESSAGE OF ISLAM ALONG WITH KNOWLEDGE OF EACH SECT. IN GILGIT THE SHIATS AND SUNNIS ENJOY, CORDIAL RELATION WITH STRONG SOCIAL CONTACT. HOWEVER, PEOPLE KNOW VOLATILE ABOUT AGHA KHANIS AND ISMAILIS SHIITS. THIS CREATES MISUNDERSTANDING AMONG COMMON MAN AGAINST THEM. EVEN PEOPLE AVOID SOCIAL CONTACT WITH THEM. THIS REQUIRES PROPER STUDY AND UNBIASED RESEARCH REGARDING THEIR FAITH. THIS PAPER EXPLORED THAT ISMAILIA HAD REACHED GILGIT IN THE 11TH CENTURY AFTER THE ADVENT OF SHIA AND SUNNI SECTS. ON THE CONTRARY, HUNZA VALLEY, A PART OF THIS REGION HAD BEEN UNDER THE RULE OF SHIA FOR ABOUT TWO HUNDRED YEARS. IN THE BEGINNING OF THE 13TH CENTURY ISMAILI MISSIONARIES PROJECTED THEIR CREED POWERFULLY AND THE RESIDENTS HAD EMBRACED ISMAILI BELIEFS. APART FROM HUNZA VALLEY, YASEEN, GOPAS, PINYAL THIS SECT HAS QUICKLY SPREAD TO OTHER PARTS OF THE GLOBE.

KEY WORDS: ISMAILIA, MUSTALIA, NAZARIA, POLOLA, GILGIT.

عالم اسلام میں مذہب اہل تسنن کے بعد دوسرا بڑا مذہب اہل تشیع ہے۔ اہل تشیع مذہب کے کچھ ذیلی فرقے ہیں جن میں سے ایک مشہور فرقہ اسماعیلیہ ہے اور یہ مزید دو گرہوں میں منقسم ہے۔ شیعت میں یہ تقسیم بندی حضرت جعفر صادق کی جانیشنی پر ہوئی ہے۔ شیعوں کے ایک گروہ نے حضرت جعفر صادق کے بڑے فرزند حضرت اسماعیل کو بطور جانشین تسلیم کیا۔ شیعہ اکثریت نے حضرت جعفر صادق کے چھوٹے فرزند حضرت موسیٰ کاظم کو جعفر صادق کا قائم مقام امام قرار دیا۔ جیسا کہ راقم نے اپنی کتاب میں اس تقسیم بندی پر لکھا ہے۔ "حضرت جعفر صادق کے سب سے بڑے بیٹے اسماعیل تھے۔ کچھ شیعوں نے آپ کی امامت کا دعویٰ کیا اور اسی نام سے منسوب ہو کر یہ لوگ شیعہ اسماعیلیہ کہلائے، جو اب صرف اسماعیلیہ سے ہی مشہور ہیں۔ شیعوں کا دوسرا گروہ حضرت موسیٰ بن جعفر کی امامت کا دعویدار ہوا۔ القمی اور النوبختی کے مطابق یہ فرقہ حضرت جعفر صادق کی رحلت کے فوراً بعد کچھ عرصہ کیلئے حضرت اسماعیل کی موت کا قطعی یقین رکھنے کی بناء پر فرقہ قطیعہ کے نام سے بھی موسوم رہا ہے لیکن بارہ اماموں کے نظریہ کی بناء پر بعد میں شیعہ اثنا عشریہ سے ہی مشہور ہوا، جو اب صرف شیعہ ہی سے پہچانا جاتا ہے۔"[1] مرور زمانے کے ساتھ مذہب اسماعیلیہ مزید دو گروہوں مستعالی اور اور نزاری کے عنوانات میں منقسم ہوئے۔ اسماعیلیہ مستعالیہ جس کو موجودہ دور میں بوہری جبکہ دوسرا گروہ اسماعیلیہ نزاریہ جس کو موجودہ دور میں آغاخانی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ مقالہ ہذا میں شیعہ اسماعیلیہ مبارکیہ قاسمیہ (آغاخانیہ) کے لئے صرف اسماعیلیہ اور جبکہ شیعہ اثنا عشریہ کے لئے شیعہ کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ مذہب اسماعیلیہ کے ماننے والے پاکستان کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں گلگت میں زیادہ بستے ہیں۔ گلگت بلتستان وہ خطہ ہے جس کو چند سال قبل تک شمالی علاقہ جات کے نام سے جانا جاتا تھا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں محترم آصف علی زرداری نے اپنے ایک صدارتی آرڈر کے تحت شمالی علاقہ جات کو "گلگت بلتستان" کا نام دیا۔ البتہ لفظ گلگت ان کوہستانی علاقوں کے لئے قدیم عرصے سے مستعمل تھا۔ قدیم تاریخ میں ان کوہستانی علاقوں کا کوئی معین اور مشخص نام نہیں ملتا ہے۔ البتہ ان علاقوں کے لئے گلگت کا لفظ کب اور کسی طرح استعمال ہوا ہے اس پر بحث ممکن ہے۔ تاہم ڈوگروں کی کشمیر سمیت ان کوہستانی علاقوں میں 1846ء میں حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے اس نام کو استعمال کیا ہے۔ گلگت بلتستان کے مشہور مورخ حشمت اللہ کے مطابق گلگت کا لفظ سنسکرت کے لفظ گھالا تا سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے۔ "بعض مورخین گلیت کو سنسکرت کے لفظ گھالا تا سے جوڑتے ہیں لیکن تائید میں کوئی دلیل انہیں ہاتھ نہیں لگی۔"[2] کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ گھالا تا مرور زمان کے ساتھ بگڑ کر گلیت بن گیا۔ ڈوگرے لفظ گلیت کا تلفظ نہیں کر سکتے تھے اس لیے اس کو گلگت پڑھنا شروع کیا۔ گلگت کی ایک اور وجہ تسمیہ یہ بھی ہے۔ "چونکہ یہ (گلگت) علاقہ چاروں طرف پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس لئے اس کو گری گرت کہا جاتا تھا۔ سنسکرت میں گری گرت کے

معنی پہاڑوں میں گھرا ہوا علاقہ۔ گلگت سنسکرت کے لفظ "گلگوت" کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کے معانی قبرستان کے ہیں۔ پرانے زمانے میں کئی لڑائیوں کے دوران یہاں بے شمار لوگ قتل ہوئے جس کی وجہ سے سارا علاقہ قبرستان بن گیا۔"[3] گلگت بلتستان کے مشہور مورخ عثمان علی نے بھی اسی نظریہ کو اپنی مرتب کردہ کتاب (جو تیسری جماعت میں پڑھائی جاتی ہے) میں من وعن درج کیا ہے۔ اکثر محققین کے مطابق گلیت ایک قدیمی نام ہے جو بعد کے دور میں بگڑ کر گلگت بنا ہے۔ مقامی لوگ اب بھی گلگت کو گلیت ہی کہتے ہیں۔

گلگت اور بلتستان دو الگ الگ ڈویژن ہیں ان دونوں ڈویژن کو ملا کر ایک عبوری صوبہ قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ بلتستان کبھی بھی مذہب اسماعیلیہ کا مسکن نہیں رہا ہے اس لئے بلتستان کو موضوع کا حصہ نہیں بنایا گیا ہے۔ البتہ گلگت میں اسماعیلیہ مذہب کب اور کیسے پہنچا اسی تناظر میں مقالہ ہذا کو تحریر کیا گیا ہے۔

گلگت بلتستان کی قدیم تاریخ کے بارے میں جو متفرق معلومات مورخین نے فراہم کی ہیں۔ ان میں کوئی حتمی اور مستند تاریخ ضبط تحریر میں نہیں لائی گئی ہے جس کی بنیاد پر کوئی حتمی رائے قائم کی جائے۔ البتہ دستیاب بنیادی مواد کو پرکھا جائے تو گلگت بلتستان کی سب سے قدیم حکومت پانچویں صدی عیسوی سے قبل کی ملتی ہے۔ "تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ پانچویں صدی عیسوی سے پہلے ان علاقوں میں دردیسا نامی حکومت تھی۔ البتہ اس سلطنت کے متعلق واضح شواہد دستیاب نہیں۔ قدیم تاریخ کشمیر راج ترنگنی میں دردیسا کے چند حکمرانوں کے نام ملتے ہیں۔"[4] گلگت بلتستان کی اس قدیم ترین دردیسا حکومت میں کونسا مذہب پر رائج تھا اس کے بارے میں بھی کوئی مستند مواد موجود نہیں ہے تاہم یہ ضرور ہے کہ اس سے متعلقہ علاقوں میں بدھ مت اور توہم پرست طرز کے مذاہب موجود تھے۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ بدھ مت کے ساتھ توہم پرستی کے مذاہب موجود ہوں۔ تاہم اس دور میں ان کوہستانی علاقوں میں اسلام کی آمد کے بارے میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ البتہ اس کے بعد ایک اور ریاست پلولا نامی قائم ہوئی۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے۔

اس کے مطابق اس علاقے میں سب سے قدیم **پلولا** نامی ریاست قائم رہی ہے۔

" Between 399 and 414: The Chinese Buddhist Pilgrim Faxian visited Gilgit Baltistan while in 6th century The King Somana ruled in Palola (greater Gilgit-Chilas). Between 627 and 645: The Chinese Buddhist pilgrim Xuanzang (Hsüan-tsang) travelled through this region. From 644 to 655, 671: Navasurendrādityanandi was King of Palola (Gilgit). In 706/707, Jayamaṅgalavikramādityanandi became the King of Palola.5

پلولا ریاست میں باضابطہ کوئی مذہب موجود نہیں تھا بلکہ زیادہ تر اوہام پرستی، سنگ پرستی، بت پرستی، شجر پرستی اور مظاہر قدرت کی پوجا پاٹ جیسے نظریات موجود ہونے کے اثار ملتے ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں بدھ مذہب کو ایک بڑا مقام حاصل تھا۔ "747ء کے دوران چین اور تبت کے درمیان بڑی کشمکش جاری تھی۔ اور پامیر (موجودہ گلگت بلتستان) کے آس پاس اور تبتی فوجیوں میں ایک بڑی جنگ چھڑ گئی تھی۔ اس زمانے میں بلورستان (موجودہ گلگت بلتستان) کے لوگوں کا مذہب بدھ مت تھا۔"[6]

پلولا حکمرانوں نے 755 عیسوی تک اس ریاست پر حکومت کی پھر تبتی حکمرانوں نے قبضہ کیا اور یوں پلولا (چائنہ) کی سینکڑوں سال سے قائم حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

The sociopolitical conditions that produced Tan Buddhist art discussed here had changed by the mid eighth century, when China's political might began to disintegrate and its territory Shrank. Defeated by the Arab at the Talas River in 751, China lost the heart of central Asia to Islam, as well as its supremacy over the Silk Road. The Chinese northwest was threatened by Tibetans, who even conquered in 756.[7]

تبتی حکمران بھی پلولا کی طرح بدھ مذہب کے پیروکار تھے اس لئے اس خطے میں بدھ مذہب عروج پر رہا۔ تبتیوں کے دور میں گلگت میں اسلام کے پہنچنے کا کوئی تحریری مواد موجود نہیں ہے تاہم اس نقطے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ "عباسی افواج اور چینی شہنشاہ زوان ڈونگ (Xuandong) کی افواج کے درمیان موجودہ کرغستان کے علاقے میں دریائے طلاس کے قریب 751/134 میں ایک جنگ ہوئی جو کہ "جنگ طلاس" کہلاتی ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور اس علاقے پر اہل چین کا اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ یہ علاقہ کاغذ (اور ریشم) کی انڈسٹری کا مرکز تھا"[8] اس جنگ میں عباسی خلفاء نے تبتیوں سے مدد طلب کی تھی۔ اس زمانے میں ان کوہستانی علاقوں (گلگت بلتستان) میں تبتیوں کی حکومت تھی۔ عباسی حکمرانوں نے گلگت کے تبتیوں سے مل کر چینیوں کو شکست دی تھی۔ لہٰذا تبتیوں کا عباسی خلفاء کے ہم رقیب ہونے کا یقینی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس زمانے میں عباسیوں کی ان کوہستانی علاقوں میں آمد و رفت ہوئی ہو گی۔ اس پر کوئی سندی مواد موجود نہیں ہے تاہم گلگت بلتستان کی قدیم قوموں میں بعض قومیں اپنے کو قریشی اور عباسی سے یاد کرتی ہیں۔ البتہ عباسیوں کا جنگ کرنے کا مقصد اسلام کا پھیلاؤ نہیں تھا۔ بلکہ معاشی مفادات کی خاطر یہ جنگ لڑی تھی تاہم عباسیوں کے مسلماں ہونے کے ناطے یقیناً اسلام کا پیغام پہلے پہل سینٹرل ایشیا

میں پہنچا ہو گا۔ اگر گلگت کے حکمرانوں نے عباسیوں کا ساتھ دیا ہے تو پھر یہ بات قرین قیاس ہے کہ اسی دور میں گلگت کے مختلف علاقوں میں بھی مسلمانوں کی آمد ہوئی ہو گی اور اسلام پہلے پہل اس علاقے میں پہنچا ہو گا۔ اس بات کی تائید اس وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ گلگت اور چترال کے بعض علاقوں کے رہن سہن اور کلچر میں سینٹرل ایشیا سے کافی مماثلت اب بھی پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موجودہ مشہور شاہ قرقرم کو شاہ ریشم (Silk Road) بھی کہا جاتا ہے۔ جس کا تاریخی تعلق معرکہ طلاس سے ملتا ہے۔ یہ قوی امکان ہے کہ یہ قومیں اسی دور میں ان کوہستانی علاقوں میں آئی ہوں۔ البتہ اس وقت اسلام کا کونسا مسلک ان علاقوں میں وارد ہوا ہے اس پر کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی ہے۔ بہر حال گلگت کی قدیم تاریخ کے بارے میں مواد موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کی تائید میں کوئی تحریری دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اگر اس بات کو تسلیم کیا جائیں کہ اس دور میں اسلام کا پیغام اس خطے میں آیا ہے تو وہ اسماعیلیہ مذہب نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ عباسی بنیادی طور پر مذہب اسماعیلیہ کے شدید مخالف تھے اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ مذہب اسماعیلیہ اس دور میں یہاں آیا ہو۔ اگر عباسیوں کے توسط سے اسلام کی ان کوہستانی علاقوں میں آمد کو مانا جائے تو اس صورت میں اسماعیلیہ کا گلگت میں سب سے پہلے ورود ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ البتہ بعض محققین کی رائے ہے کہ ساتھویں صدی عیسوی میں زرتشتیوں نے (قدیم فارس کا مذہب) گلگت کے بعض علاقوں بالخصوص ہنزہ اور نگر میں خود مختار ریاستیں قائم کی ۔ ان ریاستوں میں تاراخان راجوں کی حکومت قائم ہوئی۔ ایرانی مبلغین کی وجہ سے تاراراجے شیعہ ہوئے تھے اس لئے سینکڑوں سالوں سے اس خطے میں شیعہ راجے حکومت کیا کرتے تھے۔ تاہم ایک اسماعیلی سپہ سالار کے گلگت پر حملہ آور ہونے کے نتیجے میں حکمراں راجوں نے وقتی طور پر مذہب اسماعیلیہ کو قبول کیا۔ مشہور مورخ حسن دانی کے مطابق تاراخان راجوں نے بارہ سو اکتالیس سے چودہ سو انچاس تک حکومت کی ہے۔ اسی دوران ایک شخص جس کا نام تاج مغل تھا، بدخشاں کی طرف سے چترال اور یاسین کو فتح کرتے ہوئے گلگت پر حملہ آور ہوئے اور تراخان حکمران سے گلگت کا تخت چھین لیا۔ چونکہ یہ اسماعیلی عقیدے کے حامل تھے اسی لئے انہوں نے گلگت میں پہلی مرتبہ اسماعلیہ مذہب کو پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ تراخان راجے نے اپنی حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے فاتح حکمرانوں کا مذہب قبول کیا اور بطور نمائندہ تاج مغل کے تراخان نے اپنی راجگی قائم رکھی۔ یاد رہے کہ اس وقت اسماعیلیہ مذہب کو تاج مغل حکمرانوں کے نام کی نسبت سے مغلی کہا جاتا تھا جو بعد میں مولائی کی شکل اختیار کر گیا اور اب اسے مذہب اسماعیلیہ سے جانا جاتا ہے۔"[9] یہ بات قرین قیاس ہے کہ تاج مغل کے بعد گلگت بشمول ہنزہ و نگر میں اسی دور میں مذہب اسماعیلیہ پہنچا ہو تاہم کچھ عرصہ بعد تاراخان کے حکمرانوں نے دوبارہ شیعہ اثناعشریہ مذہب قبول کیا۔ یاد رہے کہ 9 صدی

میں یہ خطہ مقامی ریاستوں میں بٹ گیا تھا، جن میں سکردو کے مقپون اور ہنزہ کے ترخان خاندان مشہور ہیں۔ اسی زمانے میں "گلت کی سرحد پر ہنزہ اور نگر دو چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہوئی"[10] مقپون شیعہ تھے لہذا بلتستان میں صرف شیعہ مذہب ہی پہنچا جبکہ ریاست نگر کی رعیت بھی شیعہ ہوئی اور آج بھی وادی نگر میں صرف شیعہ بستے ہیں، جبکہ ریاست ہنزہ میں اسماعیلیہ مذہب موجود ہے۔ البتہ جس تاج مغل کا کثرت سے تذکرہ اسمٰعیلی مورخین کرتے ہیں کہ وہ ایک اسماعیلی عقیدے کا حامل شخص تھا جس نے اسماعیلیت کو پھیلانے کے لئے گلگت پر حملہ کیا تھا اور بعد ازاں انہوں نے ہنزہ چترال وغیرہ پر بھی قبضہ کرکے اسماعیلیت کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن غیر اسماعیلی مورخین بالخصوص گلگت سے باہر کے محققین اور مورخین کے مآخذ میں اس کا ذکر نہیں ملتا ہے۔" شمال کی طرف صرف ایک علاقہ رہ جاتا ہے جہاں سے تاج مغل کا تعلق ممکن ہوسکتا ہے یعنی بدخشان۔ بدخشان میں اسمٰعیلی آبادی موجود ہے بلکہ کسی زمانے میں یہاں کے حکمران بھی اسمٰعیلی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ بدخشان میں کئی قبائل مغل کہلاتے ہیں، جیسے علی مغل، چیچی مغل، چرغی مغل اور یاکی مغل وغیرہ۔ یہ سارے قبائل تاجک نہیں بلکہ ترک ہیں۔ ہوسکتا ہے ان میں سے کوئی قبائلی سردار جس کا نام تاج ہو، لوٹ مار کی غرض چترال کی طرف آیا ہو۔ اور اسکے ذریعے سے اسمٰعیلی مذہب کا تعارف یہاں ہوا ہو۔"[11]

اسماعیلی مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ گلگت میں سب سے پہلے اسماعیلیت کو پہنچانے والے بدخشاں کا یہی سپہ سالار تاج مغل ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ہے کہ تاج مغل کا گلگت کے دیگر علاقوں میں اسماعیلیت کے ابلاغ میں کوئی کردار نہیں ہے۔ گلگت کا سب سے اہم تاریخی علاقہ ہنزہ نگر ہے۔ چونکہ اس خطے کے حکمران شیعہ تھے اس لئے اس علاقے کی آبادی کلی طور پر شیعہ تھی۔ مشہور اسماعیلی داعی فدا علی ایثار تحریر کرتے ہیں۔ "سن 955ھ بمطابق 1548ء کے آس پاس ہنزہ میں اسلام وارد ہوا ہے اور میر عیاشو ثانی سے میر سلیم ثانی تک اہل ہنزہ کا مذہب اثناعشری رہا ہے جو دو سو نوے سال کی مدت پر حاوی ہے۔[12]

لہذا ہنزہ میں اسماعیلیت سے قبل شیعیت آئی ہے تاہم شیعہ حکمران میر سلیم خان ثانی نے ایک سید سہراب ولی کی نسل سے ایک داعی سید شاہ اردبیل کے ہاتھوں اسماعیلی دعوت قبول کی۔ میر سلیم خان کی اسماعیلیت کو قبول کرنے کے باوجود ہنزہ میں اسماعیلی مذہب کو کافی عرصہ ترویج نہیں ہونے دیا گیا تاہم کچھ سالوں بعد ایک اور داعی سید یاقوت شاہ کے ہاتھوں اس وقت کے میر آف ہنزہ میر غضنفر علی خان (اول) نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کرکے اسماعیلی مذہب قبول کیا۔[13]

البتہ یہ خیال رکھا جائے اس زمانے میں دین میں عمل پیرا ہونے میں شیعہ و اسماعیلیہ میں ظاہری طور پر کوئی خاص فرق نہیں ہوتا تھا۔ ممکن ہو کہ سادات کی جو قدر و منزلت معاشرے میں پائی جاتی تھی اسی تناظر میں ہنزہ کے راجانے سید یعقوب شاہ کو اپنا پیشوا تسلیم کیا ہو۔ کیونکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میروں نے اپنے آبائی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو ترک نہیں کیا تھا۔ یہاں تک آج بھی ہنزہ کے میروں کے بارے میں بعض لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ان کا تعلق شیعہ اثناعشریہ مذہب سے ہے۔ یہی وجہ لگتی ہے کہ آج سے چند سال قبل تک ہنزہ کے لوگ دین کے ظواہر پر عمل پیرا تھے۔ شیعہ مذہب کی طرح عزاداری کیا کرتے تھے۔ اس وقت یہ لوگ اسماعیلیہ کے بجائے شیعہ سے پہچانے جاتے تھے۔ تاہم اسماعیلیوں کے آٹھتالیسواں امام حضرت سلطان محمد شاہ کی کاوشوں سے گلگت کے اسماعیلیوں نے اسماعیلیت کی نئی شکل و تعبیر کے مطابق زندگی گزارنا شروع کی۔ موجودہ گلگت بلتستان کے گورنر میر غضنفر علی (دوم) بھی اسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

عمومی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ گلگت میں سب سے پہلے اسماعیلیہ مذہب پہنچا ہے۔ لیکن گلگت کی تاریخ کے بنیادی مواد سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے۔ گلگت بلتستان دو بڑے ڈیژنز پر مشتمل ہے۔ بلتستان ڈویژن میں تو مذہب اسماعیلیہ کبھی پہنچا ہی نہیں جبکہ گلگت میں یہ مذہب تراخان راجگی کے دور میں تاج الدین مغل کے گلگت پر حملہ آور ہونے کے نتیجے میں1310ء کے بعد پہنچا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں شیعہ اثناعشریہ گلگت میں دو سو سال قبل پہنچا تھا۔ "یہ امر زیادہ قرین قیاس ہے کہ تاج الدین مغل بدخشاں کے اسماعیلی حکمرانوں کا ایک سپہ سالار تھا جو یہاں پر حملہ آور ہوا تھا۔ البتہ تاج الدین مغل کے حملے سے پہلے گلگت میں اثناعشری مذہب رائج تھا۔"[14] دسویں صدی عیسوی میں ایران سے آئے ہوئے مبلغین کے ذریعے سب سے پہلے شیعہ مذہب گلگت بلتستان پہنچا ہے۔ تاہم گلگت کے جنوبی علاقوں چیلاس، داریل، تانگیر اور استور وغیرہ میں کشمیر اور کوہستان کی طرف سے سنی مذہب سب سے پہلے پہنچا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ آج کے دور میں گلگت میں شیعہ کے بعد اہل سنت دوسرا بڑا مسلک ہے۔

گلگت میں اسماعیلیت پہنچنے کے حوالے سے پیر ناصر خسرو کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پیر ناصر خسرو نے اسلام کی تبلیغ کے لئے بدخشاں کے علاقے یمگان کو مرکز بنایا تھا۔ اس دعوتی مرکز کے ایام میں پیر ناصر خسرو نے نہ صرف فارس اور افغانستان کے مختلف علاقوں بلکہ ہند و چین کے شمالی علاقہ جات میں اسماعیلیہ مذہب کو پہنچانے کے لئے مختلف داعیوں کو ان علاقوں میں بھیجا۔ البتہ یہ ثابت کرنا بہت مشکل ہے کہ آپ خود ان علاقوں میں کتنی دفعہ اور کن جگہوں میں تشریف لائے۔ آپ سے منسوب کتاب "گوہر راز" میں چین، افغانستان، ہندوستان کے علاقوں میں تبلیغ دین کا تذکرہ موجود ہے۔ تاہم اس کتاب سے بھی

واضح طور پر یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ خود ان علاقوں میں بنفس نفیس تشریف لائے تھے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ نے اپنے شاگردوں کو اسلام کی تبلیغ کے لئے بدخشاں سے باہر بھیجا ہے۔ پیر ناصر خسرو کے بھیجے ہوئے داعیوں کا چترال میں آنا تو قطعی ہے لیکن گلگت میں ان کی آمد کا کوئی تحریری مواد موجود نہیں ہے۔ یہاں تک دور حاضر کے مذہب اسماعیلیہ کے مشہور مورخ اور داعی فدا علی ایثار لکھتے ہیں۔ "گلگت میں اسماعیلی دعوت کا آغاز 1310ء کے بعد ہوا ہے جو پیر ناصر خسرو کی تاریخ وفات کے تقریباً دو سو بائیس سال بعد کا زمانہ ہے۔"[15]

پیر ناصر خسرو کی طرف سے بھیجے گئے اولین داعیوں میں سب سے بڑا نام سید سہراب ولی کا آتا ہے جنہیں چترال میں اسماعیلیت کا بانی کہا جاسکتا ہے۔ "ایک روسی متشرق سید سہراب ولی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "پیر ناصر خسرو نے ایک نایاب کتاب وجہ الدین خوجہ عمریگی کو دی اور دوسری کتابیں سید سہراب ولی کو دی ہیں۔ یہ دو شخصیات دعوت کے حلقے میں پیر ناصر خسرو کے جانشینوں میں سے تھے۔ ان میں اہم شخص سید سہراب ولی بتائے جاتے ہیں جو اس وقت دعوت میں سرگرم داعی تھے۔"[16]

سید سہراب ولی اور خوجہ عمریگی نے چترال کے بعض علاقوں میں اسماعیلیت کو پہنچانے میں اولین کردار ادا کیا ہو گا لیکن گلگت میں اسماعیلیت کا ان کے دور میں پہنچنے کا کوئی تذکرہ کسی بھی قدیم کتاب میں موجود نہیں ہے۔ البتہ گلگت کے ایک اسماعیلی مورخ نے دعویٰ کیا ہے کہ یاسین (جو موجودہ گلگت کا علاقہ ہے) میں پیر ناصر خسرو نے اسماعیلیت کو پہنچایا تھا۔ " آپ (پیر ناصر خسرو) نے امام (مستنصر باللہ) کی ہدایت پر یمگان، بلخ، چترال اور یاسین تک اسماعیلی دعوت پھیلائی۔"[17] وادی یاسین کے علاوہ گلگت کے کسی اور حصے میں پیر ناصر کی حیات میں اسماعیلیت کے پہنچنے کے اثار موجود نہیں ہیں۔ البتہ پیر ناصر خسرو کے دور میں داعیوں کی چترال آمد قطعی ہے اس لئے یہ ممکن ہے کہ گلگت کی ان وادیوں خاص کر موجودہ یاسین کے علاقے میں بھی اسماعیلی داعی آئے ہوں۔ کیونکہ یاسین کا علاقہ گلگت کی بہ نسبت بدخشاں سے زیادہ قریب ہے۔ اگر اس علاقے میں بھی اسماعیلیت پیر ناصر خسرو کے دور میں پہنچی ہے تو گلگت اور ہنزہ میں اس دور میں اسماعیلیت کے پہنچنے کے کوئی اثار نہیں ملتے ہیں۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ بدخشاں کے سقوط کے بعد پیر ناصر خسرو کا متعین کردہ داعی خاص سید سہراب ولی کی نسلِ سادات نے گلگت کے سب سے زیادہ شیعہ اسماعیلیہ آبادی والے علاقے یاسین، غذر اور پنیال میں اسماعیلیت کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بعض اسماعیلی مورخین اس سلسلے میں سید سہراب ولی کی نسل سے ایک اہم شخص سید اکبر شاہ کا نام لیتے ہیں جن کی کوششوں سے اس علاقے میں اسماعیلیت آئی ہے۔ ان ہی کی تبلیغات کی وجہ سے ان علاقوں میں سنی اور شیعہ مسلک کی ایک کثیر تعداد اسماعیلیت میں داخل ہوئی۔ لہذا یہ تاثر تو

غلط العام ہے کہ گلگت میں اسماعیلیت پیر ناصر خسرو کے ذریعے سے پہنچی ہے تاہم اس حوالے سے ان کے کردار کو نظر انداز نہیں کرسکتے ہیں۔ انہوں نے فاطمیین مصر کی طرز پر ایک نظام دعوت وضع کیا اور مختلف علاقوں میں داعیوں کو بھیجا۔ یوں ان ہی کی کاوشوں سے اسماعیلیت بدخشاں سے نکل کر ہند (چترال و گلگت)، چائنہ (سنکیانگ) اور افغانستان تک پہنچی۔ لہذا آج ان تینوں ممالک میں اسماعیلیت موجود ہے تو اس میں پیر ناصر خسرو کی تعلیمات کا بڑا عمل دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گلگت بالخصوص گوپش، پونیاں ،یٰسین، چترال اور ہنزہ میں پیر ناصر خسرو کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے۔ یہاں کے اسماعیلی اس داعی کو دیگر داعیوں کے مقابلے میں زیادہ تقدس اور احترام دیتے ہیں۔ احتراماً انہیں پیر، شاہ، سیدنا، حجت کے القابات سے یاد کرتے ہیں۔

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ گلگت بلتستان میں مذہب اسماعیلیہ کا ورود مذہب شیعہ اثناعشریہ و اہل تسنن سے قبل نہیں بلکہ بعد میں ہوا ہے۔ اپنے ورود کے ابتدائی عرصہ میں یہ فرقہ اس علاقے بڑا عام ہوا۔ البتہ ایک عوامی رائے یہ بھی ہے کہ اسماعیلیہ مذہب سر سلطان محمد شاہ (آغاخان سوم) کے قیام پاکستان میں کردار ادا کرنے کی وجہ سے قیام پاکستان کے بعد شمالی علاقہ جات میں عام ہوا ہے۔ جیسے کہ ڈاکٹر عظمی سلیم صاحبہ لکھتی ہے۔ "قیام پاکستان کے بعد اسماعیلی فرقہ یہاں (گلگت) میں عام ہوا۔ آغاخان کے پیروکاروں کو یہاں آغاخانی یا اسماعیلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی عبادت گاہوں کو جماعت خانہ کہاجاتا ہے۔ پرنس کریم آغاخان کی پاکستان آمد پر شمالی علاقہ جات کے بعض علاقوں میں جشن کا سماں ہوتا ہے۔ اس فرقے کی اکثریت کی وجہ سے آغاخان کے نام سے کئی غیر سرکاری تنظیمیں (NGO's) مثلاً آغاخان رولر سپورٹ پروگرام، آغاخان ایجوکیشنل سروس، آغاخان ہیلتھ پراجیکٹ وغیرہ قابل ذکر کام سرانجام دے رہی ہیں۔"[18] ڈاکٹر عظمی سلیم اور کچھ دیگر جدید دور کے بعض محققین کی یہ رائے غلط العام رائے ہے۔ کیونکہ مذہب اسماعیلیہ گلگت بلتستان میں ورود کے ابتدائی دور میں پھلا پھیلا ہے لیکن بعد کے دور میں یہ فرقہ تحدد کا شکار رہا ہے۔ قدیم اور بنیادی مواد کو پرکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تاریخ میں بعض مواقعوں میں اسماعیلیہ ان کوہستانی علاقوں کا سب سے بڑا فرقہ کا حامل رہا ہے۔ لیکن مرور زمانے کے ساتھ ساتھ یہ فرقہ اپنا دام و تاج کو برقرار نہیں رکھ سکا یہاں تک قیام پاکستان کے بعد یہ فرقہ اپنی کمیت میں زوال پذیر ہوا۔ یہ ایک الگ موضوع ہے کہ اس فرقہ کی کمیت میں زوال پزیری کیوں ہے تاہم ایک بات واضح ہے کہ ان کے شریعت کے احکام کے حوالے سے جو نظریات ہیں وہ دیگر امت مسلمہ کے نظریات کے مقابلے میں بہت زیادہ مختلف ہیں۔ امت مسلمہ میں احکام شریعت کا عملی اطلاق میں اس کی ہیئت اور صورت کی تشریح کے حوالے سے جزوی اختلافات موجود ہیں لیکن احکام کی ظاہری حجیت پر کوئی اختلاف موجود نہیں ہے لیکن مذہب اسماعیلیہ احکام

دین کی ظاہری حجیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کی تاویلی اور باطنی حجیت کو حرف آخر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسماعیلیہ نظریاتی طور پر دین کے ظواہر کی حجیت کے قائل نہیں ہیں۔ دین کی ظاہری حجیت سے انکاری کا نظریہ سب سے پہلے ان کے ایک امام حضرت حسن علیٰ ذکرہ السلام (حسن دوم) نے کیا تھا۔ جیسا کہ فرہاد دفتری لکھتے ہیں۔

"حسن نے رمضان 559ھ میں الموت کے دامن میں نماز باجماعت کے میدان میں رو بمغرب ایک منبر بنانے کا حکم دیا اور منبر۔۔۔ حسن نے اعلان کیا کہ زمانے کے امام نے تم پر اپنی برکات اور رحمتیں بھیجی ہیں، انہوں نے تمہیں اپنے خاص بندوں میں شامل کیا ہے اور تم کو اغلال شریعت سے رہا کیا ہے اور قیامت تک پہنچایا ہے۔۔۔ حسن اپنے خطبے کو مکمل کرنے کے بعد منبر سے نیچے اترے اور نماز عید کی دو رکعتیں ادا کیں۔۔ اس کے بعد حسن نے لوگوں کو اپنے ساتھ دستر خوان پر بلایا اور افطار کرنے کا حکم دیا۔ حسن نے اسی دن کو عید القیامہ کا نام دیا۔ اور لوگوں نے خوشیاں منائیں۔ اس کے بعد ہر سال 17 رمضان المبارک کو نزاری عید القیام مناتے تھے۔ اور اس دن جشن منعقد کرتے تھے۔"[19] اسماعیلی تاریخ کا یہ ایک انتہائی ایک انقلابی اقدام تھا جس میں مذہب اسماعیلیہ دین کی ظاہری ہیئت سے دور ہو کر ایک باطنی و تاویلی نظریہ کے قائل ہوئے، لیکن مسلمانوں کے دیگر فرقوں نے اس توضیح کو اصل دین میں تبدیلی قرار دیتے ہوئے اس کو دین اسلام سے خارج ایک عمل قرار دیا۔ یہی وہ بنیادی وجہ بنی کہ شیعہ و سنی دونوں مکاتب کے اکثر علماء نے اس کو دین میں الحاد سے تعبیر کیا۔ اس حوالے سے اکثر مسلم مورخین نے انہیں ملحد قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مشہور مورخ علاء الدین عطاملک الجوینی نے لکھا ہے۔

"نزاریہ کے گروہ پر الحاد کا الزام اس لئے لگایا گیا کہ انہوں نے حسن صباح کے دعوت کے ضمن میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو معطل و باطل کر دیا اور محرمات (حرام) کو مباح (حلال) کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور جو لوگ اللہ کی جانب سے نازل شدہ حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ فاسق و بدکردار ہیں۔ (سورہ مائدہ آیت 47)۔"[20]

یہ وہ وجہ تھی کہ مذہب اسماعیلیہ کے نظریہ دین کو عمومی قبولیت حاصل نہیں ہوئی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس فرقہ کے ماننے والوں نے بھی اپنے نظریہ سے انحراف کیا۔ گلگت بلتستان میں بھی یہی کچھ ہوا اسماعیلیہ ایک بڑا فرقہ ہونے کے باوجود اپنے وجود کو قائم و دائم رکھنے میں کامیاب نہیں ہوا اس کی اصل وجہ ان کی شریعت کی تاویلی تعبیر تھی جس کا تذکرہ ہو چکا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گلگت بلتستان جو ماضی میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے مشہور تھا، گزشتہ حکومت نے اس خطہ کو "گلگت بلتستان" کا نام دیا۔ یہ خطہ تاریخ میں بلور، بلورستان، دردستان، پلولا اور اب گلگت بلتستان سے جانا جاتا ہے۔ گلگت

بلتستان میں سب سے قدیم **پلولا** نامی ریاست قائم رہی ہے۔ **پھر** ساتھویں صدی میں تبتی حکمرانوں نے اس ریاست کے زیادہ تر حصوں کو اپنے قبضے میں لے کر پلولا (چائنہ) کی سینکڑوں سالوں سے قائم حکومت کا خاتمہ کیا۔ تبتی حکمران بدھ مذہب کے پیروکار تھے۔ اس لئے ان کے زمانے میں اس علاقے میں بدھ پرستی عروج کو پہنچی۔ "معرکہ طلاس" میں تبتیوں نے عباسی حکمرانوں کا ساتھ دیا اس لئے قوی امکان ہے کہ اسی دور میں گلگت میں اسلام پہنچا ہو۔ بعض مورخین کے مطابق ساتھویں صدی ہجری میں ایک اسماعیلی سپہ سالار تاج مغل گلگت پر حملہ آور ہوا۔ اسماعیلیہ عقیدہ رکھنے والے اس سپہ سالار نے گلگت کو فتح کیا۔ تراخان راجے نے اپنی حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے فاتح حکمران کا مذہب قبول کیا تاکہ اپنی حکومت کو بچا سکیں۔ یوں پہلی دفعہ اسماعیلیہ مذہب کا ورود گلگت میں ہوا۔ پیر ناصر خسرو کے دور میں گلگت کی ایک وادی یاسین میں اسماعیلیت پہنچی تھی جبکہ گلگت کے کچھ دیگر علاقوں بالخصوص وادی ہنزہ میں اسماعیلیت پیر ناصر خسرو کے دو سو سال بعد اسماعیلی داعیوں (مبلغین) کے ذریعے سے پہنچا ہے۔ گلگت میں سب سے پہلے شیعہ اور پھر سنی مذہب پہنچا ہے پھر مذہب اسماعیلیہ اس علاقے میں وارد ہوا ہے اسی ترتیب کے مطابق دور حاضر میں گلگت میں شیعہ و سنی کے بعد اسماعیلیہ تیسرا بڑا فرقہ ہے۔

حوالہ جات

1 استوری، سجاد علی، نص امامت (شیعہ اثناعشریہ و اسماعیلیہ کے عقیدہ امامت کا تقابلی جائزہ) پاکستان: اسلامک پبلیکیشنز، اگست 2012ء) ص178،177

2 لکھنوی، حشمت اللہ خان، تاریخ جموں (میر پور: ویری ناگ پبلیشرز، 1991ء) ص155

3 پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا شمالی علاقہ جات (اسلام آباد: لوک ورثہ، سن اشاعت ندارد) ج1، ص1

4 ایضاً ص5

http://www.ainycooks.com/manthal-buddha-rock-skardu5

6 پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا شمالی علاقہ جات ص5

*Angela Falco Howard, Chinese sculpture (China: Yale university press2006) p. 31*57

8 نذیر، محمد مبشر، امت مسلمہ کی دعوتی، علمی اور تہذیبی تاریخ (علوم اسلامیہ پروگرام www.islamic-studies.info) ج4، ص10

9 Dani, Ahmad, Hassan, History of Northern Areas of Pakistan (Pakistan: National Institute of Historical and Cultural research, Islamabad, 1991) p.169-172

10 چراغ، حسن حسرت، کشمیر، (لاہور: قومی کتاب خانہ، 15 جنوری 1948ء) باب اول، ص06

http://mahraka.com/ChitralEarlyHistory.html11

12 ایثار، فدا علی، شمالی علاقہ جات میں اسماعیلی دعوت (پاکستان: شیعہ امامی اسماعیلی طریقہ اینڈ ریلیجس ایجوکیشن بورڈ برائے پاکستان، ڈکروز روڈ کراچی، 1996) ص19

13 ایضاً، ص26

14 ایضاً، ص15

15 ایضاً، ص8

16 A.E. Berteles, lectures Ismailia of Badaksha (London: Institute of Ismailia studies, june11th to 13th1984) .

17 محمد جان، وادی اشکومن (گلگت: نارتھ نیوز ایجنسی مدینہ سپر مارکیٹ، اپریل 2010) ص21

18 سلیم، عظمی، شمالی علاقہ جات میں اردو زبان وادب (پاکستان: مقتدرہ قومی زبان، 2008ء) ص43

19 دفتری، فرہاد، اسماعیلی تاریخ وعقائد، مترجم عزیز اللہ نجیب (کراچی: اقبال برادرز پبلشرز اینڈ پرنٹرز پاکستان چوک، 1997) ص396

20 الجوینی، علاء الدین عطاملک، تاریخ اسماعیلیہ، ترجمہ از علی محسن صدیقی، ادارہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی، سن اشاعت 2004ء، ص65۔